# صوفیانہ جہادی فکر: برطانوی سامراج اور پیر پاگارو صغبت اللہ شاہ ثانیؒ

سیّد اشفاق حسین شاہ، پی ایچ۔ ڈی سکالر شعبہ تاریخ، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

**Abstract**

Saint had played a significant (Soofeya) role in colonial period against colonialism. In this article, special contribution of Peer Sagbat-ullah-Shah Sami role is discussed with reference to resistence in colonial period.

پیر صبغت اللہ شاہ ثانی پیر پاگارو سوریہ سائیں کے گدی نشین ہوتے ہی برطانوی نظام تسلط کو پھر خطرہ لاحق ہو گیا۔ اس بار انگریزوں کے خلاف ایک بھر پور مزاحمت ہوئی پیر صبغت اللہ شاہ ثانی نے سب سے پہلے انگریز کی طرف سے اپنے بزرگوں کو دیے گئے آفرین نامہ کو چاک کر دیا اور کھلم کھلا کہا کہ ہمارے بزرگ کس قدر سادہ لوح تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو بڑی عزت بخشی تھی لیکن پھر بھی یہ آفرین نامہ موجود ہے۔ پیر صبغت اللہ شاہ کا یہ اقدام اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے یہ تاریخی الفاظ دراصل اس عظیم جدوجہد کا نقطہ آغاز ہیں جس نے سندھ میں انگریزوں کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ اس عمل میں ان کو خودداری، عزت نفس، حُریت پسندی، اور خاندانی روایات کی جھلک نظر آتی تھی۔ ان کے نہایت قریبی عزیز و اقارب جنھیں ان پر اثر ڈالنے میں ناکامی ہوئی تھی انتقام لینے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے ہر واقعہ کی خبر حکومت تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ اس واقعہ نے بھی انگریزوں کی نظر میں پیر صاحب کو مشتبہ ٹھہرایا اور انگریز انہیں ہر صورت میں نیچا دکھانے پر تل گیا۔ انگریزوں کے مطابق کوئی بھی شخص جس کے ہوش وحواس قائم ہوں انہیں انگریز حکومت کو للکارنے کی جرأت نہیں تھی۔ انگریز کو پیر صاحب کے عزائم میں بغاوت کی جھلک نظر آئی۔ لہٰذا اس نے ان کے سدباب کے لئے ان کے قریبی عزیزوں کو مراعات کا لالچ دے کر پیر صاحب کے خلاف گواہ اور مخبر بنا لیا اور کئی جھوٹے مقدمات میں ان کو اُلجھانا شروع کر دیا۔ ۱، ۲۔ پیر صبغت اللہ شاہ ثانی کے اسلحہ کے اجازت نامے انہیں اطلاع دیے بغیر منسوخ کر دئے۔ جیال شاہ جو ان کا قریبی رشتہ دار تھا اس سے مل کر ان کی نوکرانیوں کو جبراً ان کے خلاف گواہ بنایا ۳ اور کئی نام نہاد مقدمات جن میں ابراہیم کوری کی حبس بے جا، اغوا، قتل وغیرہ سے متعلق مقدمہ بنایا ۴ جس کے تحت رات کے اندھیرے میں پولیس کی بھاری جمعیت کی مدد سے انہیں گرفتار کر کے سکھر جیل میں ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ حکومت ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت اور گواہان میسر نہ کر سکی جس کی وجہ سے قتل کا مقدمہ تو ختم ہو گیا لیکن جن مقدمات میں پولیس گواہ تھی ۵ وہ مقدمات بدستور چلتے رہے۔ پیر صاحب کے مقدمہ کی وکالت قائداعظم محمد علی جناح نے کی اور حکومت کی ۶ جانبداری دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ حکومت پیر صاحب کو ہر قیمت پر سزا دینا چاہتی ہے۔ لہٰذا

عدالت کے ساتھ جرح کرنا فضول ہے۔ پیر صاحب کی گرفتاری کے خلاف جب ایوب کھوڑو کمشنر سندھ سے ملے تو کمشنر نے مقدمہ کے فیصلے سے قبل ہی کھوڑو کو یہ باور کروایا کہ پیر صاحب کو اس مقدمہ میں دس سال سزا دی جائے گی۔ مجسٹریٹ اودھارام یہ مقدمہ سننے کا مجاز نہیں تھا جبکہ اسے خصوصی طور پر اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔ الغرض پیر صاحب نے اپنے دفاع اور صفائی کے لئے جو اپیلیں کی تھیں وہ سب ناانصافی کی بناء پر خارج کر دی گئیں۔ پیر صاحب کو سندھ سے دور دراز علاقوں کی جیلوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔حکومت ان سے اتنی خائف تھی کہ ہر سال ان کی ایک جیل سے دوسری میں منتقلی کر دی جاتی تھی۔

پیر صبغت اللہ شاہ نے رتنا گری جیل میں اپنے جد امجد حضرت سیّد محمد راشد المعروف بہ روضہ دھنی کے ملفوظات کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کے ساتھ اُردو، فارسی، سندھی کی دوسری کتابوں کا بھی بغور مطالعہ کیا[۱۱] اور اپنے پند و نصائح کا ایک مجموعہ تیار کیا۔[۱۲] لیکن جیل حکام نے یہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور آپ کی تحریروں پر کڑی نظر رکھی اور کئی تحریروں کو بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔[۶]

رتنا گری جیل سے آپ کو مدن پور جیل میں منتقل کیا گیا تو وہاں ان کی ہندوستان کے کئی سیاسی لیڈروں سے ملاقات ہوئی۔ جس کے بعد آپ نے ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا پورے غور و خوض کے ساتھ مشاہدہ کیا۔ اور اس کے عوامل و اسباب، طریقہ کار اور عواقب و نتائج پر غور و فکر کرتے رہے اور انگریز کو بزورِ شمشیر ہندوستان سے نکالنے کا لائحہ عمل مرتب کیا۔ دوسرے سیاسی لیڈروں کی ملاقاتوں نے اس جذبہ کی آبیاری کی۔ چونکہ یہ سب آزادی کے جذبہ سے سرشار تھے اور وہ بھی اسی جرم کے تحت انگریز حکومت کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے۔[۷]

پیر صاحب نے راحم شاہ کو اپنے ایک خط میں تحریر کیا کہ ''اگر میں ان چار سالوں سے جیل میں نہ ہوتا اور جیل سے باہر ہوتا مجھے ایسا تجربہ حاصل نہ ہوتا جو میرا سچا ساتھی بن جاتا۔ مجھے فلسفہ جاننے کے لئے کئی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا جو میں باہر رہتے ہوئے کبھی نہ کر سکتا۔ اس کے علاوہ مجھے دوسری نعمتیں بھی میسر ہیں۔ جب تمہیں ان کے بارے میں معلوم ہوگا تو شاید تم کسی اور چیز کی تمنا نہ کر سکو''۔ پیر صاحب جیل میں تھے اور انگریز حکومت نے انہیں ذہنی اذیت دینے کے لئے ان کی جائیداد پر ٹیکس عائد کر دیئے۔ ان کے قریبی ساتھیوں کو ان سے ملاقات کی اجازت نہ دی۔ ان کے ملازمین کی اکسایا بلکہ مجبور کیا کہ وہ پیر صاحب کی جائیداد سے حاصل ہونے والی رقم میں خرد برد کریں اور یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ لیکن پیر صاحب کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ پیر صاحب کے آزاد ہونے میں ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ باقی تھا کہ حکومت کی جانب سے مریدوں کے خیالات اور رجحانات معلوم کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ ہر تھانہ کی حدود میں آباد حُروں کو بلوایا گیا اور بالغ نوجوانوں سے لے کر بوڑھوں تک بلکہ عورتیں بھی اس سے مبرا نہ تھیں۔ ان سب کے نام تھانوں میں لکھے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے قریبی تھانوں میں روزانہ حاضری لگوائیں۔ یہ حکومت کی طرف سے پیش بندی تھی کیونکہ حکومت کو پیر صاحب کی انقلابی رجحانات کا علم ہو چکا تھا اور انہیں خدشہ تھا کہ پیر صاحب رہا ہو کر نہ جانے حکومت کے خلاف کونسا رویہ اختیار کریں گے۔

۱۹۳۶ء میں پیر صبغت اللہ رہا ہوئے تو ۱۹۳۰ء کا سندھ بدل چکا تھا۔ ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ لاگو ہونے سے صوبائی خودمختاری کے باعث مقامی اکابرین خصوصاً پیر پاگارو کے سیاسی وقار اور اثر و رسوخ میں اضافہ ہو چکا تھا۔ سیاسی پارٹیاں وجود پا چکیں تھیں اور اپنے قد میں اضافہ کرنے کے لئے پیر صاحب کی جانب مائل ہو رہی تھیں۔ کانگریس اور

مسلم لیگ میں کھینچا تانی جاری تھی جبکہ سندھ کی مقامی جماعتیں خودساختہ بیانات دے رہی تھیں کہ پیر صاحب کا جھکاؤ ان کی طرف ہے۔ ان حالات کا پیر صاحب بغور جائزہ لے رہے تھے۔ آپ نے کسی بھی جماعت میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے جیسا کہ یہی کوشش ۱۹۱۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح بھی کر چکے تھے۔ دراصل پیر صاحب کا مطمع نظر یہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم رہے کیونکہ یہ عرصہ دراز سے ایک دوسرے کے ساتھ آباد چلے آرہے ہیں۔ جبکہ انگریز ایک بالکل علیحدہ قوم ہے جس کی تہذیب وثقافت کسی صورت میں بھی مقامی لوگوں سے ہم آہنگ نہ تھی۔ آپ انگریز کی سخت ملامت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ انگریز نے انگلستان کا بوجھ ہندوستانیوں پر گدھا سمجھ کر لاد دیا ہے اور واضح کیا کہ تیس کروڑ ہندوستانیوں پر مٹھی بھر انگریز صرف اس وجہ سے چھائے ہوئے ہیں کہ ہندوستانی بزدل ہیں۔ بااثر سیاسی جماعتوں سے آپ نے رابطہ قائم رکھا جس کا مقصد آگے چل کر عیاں ہوتا ہے۔ آپ نے غلام حسین ہدایت اللہ کی الیکشن میں مدد کی اور جیسے ہی وہ وزیر اعلیٰ بنے آپ نے "جرائم پیشہ قبائل" کے قانون کو منسوخ کرانے اور حُروں کو ان کی محصور بستیوں سے آزاد کرنے کا مطالبہ کیا۔ اراکین اسمبلی میں پیر صاحب کے ان جائز مطالبات کو رد کرنے کی ہمت نہ تھی لہٰذا محصور بستیوں سے آزاد کرنے کا مطالبہ کیا۔ اراکین اسمبلی میں پیر صاحب کے ان جائز مطالبات کو رد کرنے کی ہمت نہ تھی لہٰذا محصور بستیاں ختم کرنے ،جلاوطن افراد کو واپس لانے اور حُروں پر دیگر عائد پابندیاں ختم کرنے کا اصولی فیصلہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر صبغت اللہ اپنے "حُر علاقوں میں خصوصی دوروں پر روانہ ہوئے جہاں انہوں نے سات ماہ کا عرصہ گزارا اس دوران انہوں نے اپنے مریدوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے ایک فرمان کے ذریعے تمباکو نوشی اور نشہ آور اشیاء کے استعمال سے منع فرمایا۔ اس دوران آپ نے سندھ کی عوام کی توجہ دیہی بہبود اور خوشحالی کی جانب مبذول کروائی۔ بچوں کی تعلیم ،آپس کے جھگڑے خوش اسلوبی اور ثالثی سے نمٹانے اور کفایت شعاری کی تلقین کی۔ آپس میں باہمی اتفاق پیدا کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے حُروں پر مشتمل چھ ہزار افراد کو بھرتی کیا اور انہیں غازی کے لقب سے نوازا۔ ان کی تربیت کے لئے گڑنگ بنگلہ اور مکھی ڈھنڈ کے جنگل میں واقع کیٹی کے مقامات کو چنا گیا۔ ان غازیوں کی تربیت خالصتاً عسکری نظام کے تحت کی جانے لگی۔ پیر صاحب کی جانب سے یہ بھرتی انگریزوں کی نظر میں سرکشی پر مشتمل تھا۔ غازیوں کو پیر صاحب نے وفا شعاری ،نظم ونسق اور جانثاری کی تربیت دی اور آنے والے وقت کے لئے تیار کیا۔

خطہ ارض پر دوسری عالمگیر جنگ چھڑ چکی تھی ۔ ابتداء میں برطانوی افواج کو مسلسل شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ۔ ہندو رہنما سبھاش چندر بوس نے جاپان کی مدد سے آزاد ہند فوج کے ذریعے مسلح جدو جہد کا اعلان کیا ۸۔ یہ نام نہاد آزاد ہند فوج مشرق کے نئے استعماریوں کی آلہ کار تھی جبکہ پیر صبغت اللہ شاہ کی جدو جہد کسی نئے استعمار کے بل بوتے پر نہ تھی ۔ یہ خالص عوامی تحریک تھی جس کی جڑیں برصغیر میں تھیں اور برصغیر کے آزادی کے متوالوں سے پیر صاحب کا رابطہ تھا جیسا کہ یہ تحریک برسوں سے انگریزوں کے ظلم وستم کا نتیجہ تھی۔ اکثر پیر صاحب غازیوں سے خطاب کرتے ہوئے انگریزوں کی ناانصافیوں کا ذکر کرتے ۔ ریڈیو جرمنی سے نشر شدہ پریشان کن خبریں انگریز حکومت کی پریشانی میں اضافہ کر رہی تھیں۔ لہٰذا ۱۸۴۰ء تک یہ حر تحریک انگریزوں کے لئے خطرہ کی علامت بن چکی تھی اور حکومت کا توازن بگڑ چکا تھا۔ حکومت نے دوبارہ توازن قائم کرنے کی خاطر اور دباؤ کی غرض سے پرانی آزمودہ ترکیبوں سے کام لینا چاہا لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوسکی ۔ نئے حالات کی روشنی میں

مقامی سیاستدانوں کے تعاون کی ضرورت پیش آئی لیکن اس دوران سرکاری کارندے مسلسل اپنے جھوٹے پراپیگنڈہ سے پیر صاحب پرطرح طرح کے الزامات لگاتے رہے کہ پیر صاحب پولیس پر حملہ کے بارے میں سوچ رہے ہیں، غازیوں کی بھرتی کی جاری ہے اور جنگلوں میں خفیہ ٹھکانوں پر اسلحہ اور دیگر جنگی سامان کی ذخیرہ اندوزی کی جارہی ہے۔اس قسم کے الزامات سن کر گورنر گراہم نے دسمبر ۱۹۴۰ء میں پیر صاحب کے خلاف سخت اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا۔ گراہم نے پیر صبغت اللہ شاہ کو ہدایت کی کہ وہ نہ تو پیر جو گوٹھ چھوڑیں اور نہ ریاست خیر پور اور تھر پارکر میں اپنے مریدوں میں زیادہ وقت گزاریں۔اب انگریزوں کا انداز حاکمانہ تھا جبکہ پیر صاحب نے بھی انگریز کی ناراضگی کو اتنا ہی نظر انداز کیا جس سے لوگوں میں حکومت کی ساکھ کمزور ہونے لگی اور پیر صاحب کا وقار اتنی ہی تیزی سے بلند ہونے لگا۔ ان کے مراسلات سے خود اعتمادی ظاہر ہونے لگی۔ ایک موقع پر ریاست پنجاب کے ریزیڈنٹ ریاست خیر پور کے دورہ پر آئے تھے تو قصداً انہوں نے بے رخی برتتے ہوئے وقت کی قلت کی وجہ سے پیر صاحب سے ملنے سے انکار کر دیا۔ پیر صاحب نے جواباً انہیں یاد دلایا کہ سندھ میں ان کے مقام کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں۔ بہتر ہوتا کہ شکار کے لئے ذاتی دل لگی کے پروگرام سے ملاقات کا کچھ وقت نکال لیا جاتا لیکن چونکہ ہندوستان کے لوگوں سے ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے لہذا اس فقیر کے لئے ایسا سلوک نہ عجیب ہے نہ توہین آمیز۔

اپریل ۱۹۴۱ء تک یہ واضح ہو گیا تھا کہ پیر صبغت اللہ شاہ اس منصوبہ پر عمل پیرا ہیں کہ اگر جنگ سندھ تک پھیل جائے تو وہ اتنے وسائل اور سرمائے پر قابض ہو جائیں گے کہ وہ انگریز کو اس ملک سے نکال کر باہر کریں۔ آزادی کے اس مجاہدانہ منصوبے کی یہ خبر انگریز حکومت کے لئے بہت پریشان کن تھی۔ یورپ، شمالی افریقہ اور مشرق بعید میں پے در پے شکستیں کھاتے ہوئے برطانوی سامراجیوں کے لئے ہندوستان ہی آخری پناہ گاہ تھا اور برطانوی ہندوستان میں آزادی کا ایسا منصوبہ ان کے لئے آخری وار ثابت ہوسکتا تھا۔ جبکہ ان دنوں جاپان کی فوجیں، انڈونیشیا سے برما تک پورے علاقے کو روندتے ہوئے ہندوستان کے مشرقی صوبے آسام میں داخل ہو گئیں۔ انگریز کے اوپر یہ منصوبہ واضح ہو چکا تھا۔ لیکن ان کے ہاتھ میں پیر صاحب کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہ تھا۔ سندھ کے نئے گورنر ڈو (Dow) نے جون ۱۹۴۱ء میں پیر صاحب سے ملاقات کی تو اس نے پیر صاحب کو نہایت ذہین، تیز، بات کو قبل از وقت سمجھ لینے والا پایا۔ وہ پیر صاحب کو اس نازک موقع پر شور برپا کرنے اور حکومت کو مشکل میں ڈالنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ضلع افسران پہلے ہی پیر صاحب سے خوفزدہ تھے اور وہ نہایت بے صبری سے اس وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کے خلاف کوئی ٹھوس اور جامع قدم اٹھایا جائے۔ کچھ افسران کا خیال تھا کہ جنگلوں میں ان کے خفیہ ٹھکانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کے خلاف ناقابل تردید شہادتیں جمع کی جائیں جو عدالتوں کے لئے قابل قبول ہوں۔ دوسرے افسران انہیں سندھ بدر کرنے کا سوچ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انہیں ان کے مریدوں اور حروں سے بہت دور لے جائیں تا کہ ان کے مابین رابطہ منقطع ہو جائے اور رفتہ رفتہ تحریک دم توڑ جائے۔ ضلع سکھر کے افسران انہیں کالے پانی، جزیرہ تسمانیہ بدر کرنے کی بھی رائے دے چکے تھے گورنر ڈو کسی نہ کسی صورت میں پیر صاحب پر دباؤ ڈالنا چاہتا تھا۔ لہذا اس نے حکم جاری کیا کہ پیر صاحب کراچی کی حدود میں رہیں گے اور اس دوران انہیں حکم دیا گیا کہ مطلوبہ حروں کو گرفتار کروائیں۔ اس کے لئے ایک ماہ کا عرصہ دیا گیا اور واضح کیا کہ اگر حر حاضر نہ ہوئے تو پیر صاحب کے کراچی چھوڑنے پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔ پیر صاحب کراچی آ گئے لیکن مقررہ تاریخ سے دو روز پہلے بغیر اطلاع کے کراچی چھوڑ کر بذریعہ موٹر اپنا

سامان لے کر کٹر نگ بنگلہ آ گئے اور اپنے مریدوں کو خصوصی ہدایات دے کر فوری طور پر پیر جو گوٹھ روانہ ہو گئے ۔ یہ انہوں نے انگریز کے حکم کی تحقیر کے لئے کیا۔لیکن یہاں انگریز نے انہیں اپنے کارندوں کے ذریعے ایک چال کے تحت دعوت پر بلایا اور وہاں سے انہیں گرفتار کے بذریعہ ریل گاڑی صوبہ سی ۔ پی میں سیونی کے مقام پر قید کر دیا۔ پیر صاحب کے مریدوں کے متعلق انگریز کا قیاس تھا کہ پیر صاحب حروں کی نظروں سے دور ہو گئے تو ان کے دل سے دور ہو جائیں گے ۔لیکن ایسا نہ ہو سکا ۔اس دوران انگریز نے ان پر قتل کے الزامات ، پولیس اسٹیشن پر حملہ کرنے اور ناظم پولیس کو قتل کرنے کے الزامات لگائے ۔ حالانکہ ایسے مقدمات پہلے بھی جھوٹے تھے اور اب بھی انہیں بنیادوں پر کام ہو رہا تھا کیونکہ حالات سے صاف عیاں ہے کہ حکومت اپنے خلاف کسی کو بغاوت کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ پیر صاحب کی گرفتاری کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔حروں کے اندر غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے حکومتی املاک کو نقصان پہنچایا، حرتحریک کے مخالف ہندوؤں اور مسلمانوں کا قتل اور نہروں کے پشتے اکھاڑنا شروع کر دیے جس سے صوبہ میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔

متاثرہ وعلاقوں میں پولیس کی بے بسی دیکھ کر علاقہ حکومت سندھ کے حوالے کر دیا گیا اور حروں پر مزید سختیاں شروع کر دی گئیں اور ایک پروگرام کے تحت انگریز وفادار زمینداروں کا تعاون حاصل کر کے پیر صاحب اور سجادہ نشینوں کے مابین اختلافات سے فائدہ اُٹھایا گیا۔خصوصاً علی محمد راشدی جو پیر صاحب کا بہت نزدیکی رشتہ دار تھا، اس سے پیر صاحب کے خلاف مقدمہ تیار کرنے اور گواہوں کو تیار کرنے کا کام لیا گیا۔حروں کے خلاف ان کاغذات کی چھان بین کی گئی جو ۱۸۹۰ء کی بغاوت کے دروان مرتب کئے گئے تھے ۔لہذا اپریل ۱۹۴۲ء میں سندھ اسمبلی نے قانون منظور کیا کہ ۱۸۹۰ء کی طرح حروں کی آزادی کو سلب کر کے انہیں پھر محصور بستیوں میں بند کر دیا جائے ۔ اسمبلی کا یہ اجلاس ایک بند کمرے میں ہوا اور خفیہ طور پر ووٹ ڈالے گئے ۔اسی دوران لاہور میل کو ٹنڈو آدم کے قریب پٹڑی سے گرانے کی کوشش کی گئی۔ حالات انگریز حکومت کے کنٹرول سے باہر ہوتے چلے جا رہے تھے کہ جون ۱۹۴۲ء کو صوبہ سندھ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سولہ ہزار مربع میل پر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور حروں پر بمباری کی گئی ۔ان کے مویشی ہانک دیے گئے لیکن پھر بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہوئی اور جلد ہی پیر صاحب پر غداری اور بغاوت کا الزام عائد کر دیا،اس جرم کی سزا موت تھی ۔ چونکہ استغاثہ کے گواہ ، افسران اور اراکین حکومت کے ہی ہو سکتے تھے اس لئے سزائے موت یقینی تھی ۔قید کے دوران انگریزوں نے اپنے نمک خواروں کو پیر صاحب کے پاس متعدد بار بھیجا کہ وہ انگریز حکومت سے معافی مانگ لیں تو انہیں رہا کیا جا سکتا ہے ۔لیکن عزم و استقلال کے اس پیکر نے کسی بھی ایسی پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پیر صاحب کے خلاف حیدرآباد جیل میں مقدمہ چلایا گیا اور ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء کو انہیں پھانسی دے دی گئی۔ان کے جسد خاکی کو سندھ سے دور نامعلوم جگہ پر دفن کیا گیا تا کہ ان کی مرقد درگاہ نہ بن جائے ۔آپ نے پھانسی سے پہلے جو کلمات کہے تھے وہ ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ ہیں آپ نے فرمایا'' حق کی راہ میں شہادت حاصل کرنا تو میرے آباؤ اجداد کی نسبت ہے ہم جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اس کی خاطر ہنستے کھیلتے پھانسی کے تختے پر چڑھ جانا ہمارے لئے عین عبادت ہے ۔ ہم غلام بننے کے لئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ غلامی کی زنجیر توڑنا ہمارا مقصد حیات ہے''۔ گدی کا زور توڑنے کی غرض سے پیر جو گوٹھ پیر صاحب کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا صرف مسجد اور درگاہ کو احتجاج کے خطرہ کے پیش نظر قائم رہنے دیا۔ پیر صاحب کی شہادت کے بعد انگریز کو وہ نتائج حاصل نہ ہو سکے جن کی انہیں توقع تھی ۔مریدوں نے اس خبر کو یہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا کہ

یہ ہم سے ہتھیار ڈلوانے کی ایک چال ہے اور پیر صاحب زندہ ہیں۔حروں نے اپنی کاروائیاں جاری رکھیں گو مارشل لاء جون ۱۹۴۳ء میں ختم کر دیا گیا لیکن انگریزوں کو ۱۹۴۷ء تک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۹۱۔ پیر پاگارو سید صبغت اللہ شاہ ثانی نے ایک عظیم قربانی دے کر مسلم قومیت کے نظریے کو فائق و برتر ثابت کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ برصغیر کے کسی بھی حصے کے مسلمان انگریزوں کا اقتدار قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ کہ آزادی مذاکرات کے ذریعے نہیں بلکہ عظیم قربانیاں دے کر حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ ان کے نزدیک آزادی کا تحفظ اشد ضروری تھا۔ پیر صاحب کے جانثار عقیدت مندوں کے دلوں سے ان کی محبت و عقیدت کو مسخ کرنے کے لئے انگریز حکومت نے تین اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱۔حروں کی مرکزیت ختم کرنے کی خاطر پیر صاحب کے مسکن پیر جو گوٹھ کو بمباری سے تباہ کر دیا جائے۔

۲۔ پیر صاحب کے بچوں کو تعلیم کی غرض سے انگلینڈ بھیج کر ان کی گدی کا حتمی طور پر خاتمہ چاہتے تھے۔تاکہ مستقبل میں یہ تحریک متحرک نہ ہو۔اس کے علاوہ ان کی جائیداد کی تقسیم اور کتب خانے کو تباہ برباد کر دیا جائے۔

۳۔ پیر صاحب کے جسد خاکی کو ایسی نامعلوم جگہ پر دفن کیا جائے جہاں ان کے مریدین نہ پہنچ سکیں تاکہ دوبارہ یہ گدی شروع نہ ہو جائے۔

پیر پاگارو صبغت اللہ شاہ کا خاندان تقریباً ۱۸۹۰ء سے عملی طور پر انگریز حکومت کے خلاف نبرد آزما تھا۔جبکہ آپ نے اس جدو جہد کو انجام تک پہنچایا اور ۱۹۳۹ء میں باضابطہ انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔انہیں اس سرزمین سے نکال باہر کرنے کے لئے سرتن کی بازی لگا دی۔جبکہ انہیں یقین تھا کہ''یہ وطن عزیز حریت پسندوں کی قربانی کا ثمر ہے''۔مزید کہا کہ دوستواس جدو جہد کا نتیجہ ایک نہ ایک دن ضرور نکلے گا اور بالآخر پیر پاگارو کی کامرانی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔انگریزوں کو جلد یہاں سے بوریا بستر باندھنا پڑے گا اور وہ ہندستان سے چلے جائیں گے۔عنان حکومت بالآخر ہمیں ہی ملے گا۔ لارڈ ایٹلی نے اس خط کو چرچل کے سامنے پیش کیا جبکہ وہ برطانوی پارلیمنٹ میں پاک وہند کی آزادی کی بھرپور مخالفت کر رہا تھا۔

لارڈ ایٹلی نے جو لیبر پارٹی سے تعلق رکھتا تھا کہا کہ'' جس ملک کے لوگوں کے اندر آزادی کی اس حد تک تڑپ اور یقین موجود ہو اس ملک کے عوام کو مزید وقت کے لئے غلام نہیں رکھا جاسکتا۔'' آزادی کے علمبردار پیر صبغت اللہ شاہ کو انگریزوں نے ڈاکو اور غدار قرار دیا جس کا کھلا ثبوت ایچ۔ٹی لیمبرک کی کتاب "The Terrorist" ہے۔اس کے علاوہ انگریز حکومت نے اپنی خفیہ دستاویزات میں بھی ان کو تخریب کاروں میں شامل کیا ہے۔انگریز حکومت کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جس محکوم نے بھی اس کیخلاف آواز اٹھائی انہوں نے اسے تباہ کرنے کے علاوہ اس کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ اس حد تک پھیلایا اور اسے بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جیسا کہ نواب سراج الدولہ، نواب حیدر علی، ٹیپو سلطان اور بھگت سنگھ کے جذبہ آزادی کو بھی گمراہ کن پراپیگنڈہ کے ذریعے دبانے کی از حد کوشش کی گئی۔

بالآخر اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ پیر پاگارو صبغت اللہ شاہؒ ثانی کو حقائق کی روشنی میں آزادی کا علمبردار اور تحریک آزادی پاکستان کا اول ہیرو ثابت کرنا ہے۔ نہ کہ انگریز کے جھوٹے پراپیگنڈہ سے اپنی آنے والی نسلوں کو بدگمان اور انہیں حقائق سے بے خبر رکھنا ہے۔اسی جدو جہد کا نتیجہ آج پاکستان کا وجود ہے جو ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا۔ پاگارو خاندان اور پیر صبغت اللہ شاہ ثانیؒ کا بویا ہوا بیج آج دُنیا کی ساتویں بڑی ایٹمی طاقت ہے۔

## حواشی:

۱۔ Source: S-168, pp, 90-91, Accompaniment "D" A tabulated statement of the crimes Commited during the last decade (1920-1930) April 04, 1930, N.D.C ISD.

۲۔ Ibid

۳۔ The Times, London, March 26, 1930

۴۔ S-174, P.3/66, Early History of Hurs, Part I, N.D.C ISD.

۵۔ غلام اکبر سب انسپکٹر (SHO) پیر جو گوٹھ نے گواہی دی چھاپہ کی تاریخ 26مارچ 1930ء کی علی الصبح بتائی ہے۔

۶۔ پیر صبغت اللہ شاہ، تنبیہ الفقراء سن ندارد، پیر جو گوٹھ لائبریری، پیر جو گوٹھ (خیر پور) سکھر

۷۔ S-167,P.4/78,Letter from convict Pir Pagaro to Haji Musa and Rahim Shah ,Dec.31,1935, NDC,Isd

۸۔ S-189,P.94/204A,A letter to Sir Shah Nawaz Bhutto and Sir Ghulam Hussain ,June 1st,1936,NDC ,Isd

۹۔ نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر، پیر پاگارو سید صبغت اللہ شاہ ثانی (مضمون) امام انقلاب جگہ سن، ندارد

☆☆☆